ڈاکٹر شاہد کاشمیری

ضیغمِ احرار شیخ حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ

(یکم جون ۱۸۹۷ء......۲۱ر جون ۱۹۶۷ء)

ضیغمِ احرار شیخ حسام الدین رحمہ اللہ مجلس احرار اسلام کے بانیوں اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے رفقاء میں صفِ اوّل میں شمار ہوتے تھے۔ تحریک خلافت اور مجلس احرار اسلام کے سٹیج سے انھوں نے انگریز سامراج اور اس کے حاشیہ نشینوں کے خلاف آزادی کی جنگ لڑی۔ وہ برصغیر میں تحریک آزادی کے عظیم اور مخلص رہنما تھے۔ جون ان کی ولادت اور انتقال کا مہینہ ہے۔ اسی مناسبت سے یہ مضمون ان کی یاد میں ہدیۂ قارئین ہے۔ (ادارہ)

قائدِ احرار شیخ حسام الدین ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ وہ صبر و استقامت کے پیکر لازوال و بے مثال، خوشامد و قصیدہ گوئی سے بے نیاز، حق گوئی و بے باکی کی تصویر، مزاج شروع ہی سے سخت' جو بات کہہ دی پھر اس پر ڈٹ گئے مگر معاف کرنے پر آئے تو ان جیسا منکسر المزاج بھی دورِ جدید میں کوئی نہ ملا۔ وہ نہ صرف مجلس احرار اسلام کے رہنما رہے بلکہ اس کے بانیوں میں شامل تھے۔ وہ ایک بلند پایہ شعلہ بار مقرر، اعلیٰ شعری ذوق رکھنے والے علم دوست، بہترین انشا پرداز اور مترجم تھے۔ ان کا ملکی و بین الاقوامی سیاسی معاملات پر مطالعہ و مشاہدہ وسیع تھا۔ وہ ایک منجھے ہوئے صحافی بھی تھے۔ روزنامہ ''آزاد'' لاہور کے چیف ایڈیٹر اور نگران بھی رہے۔ وہ انگریز دشمن، باضمیر و بااصول رہنما تھے۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ مجلس احرار اسلام کے اصول و مقاصد اور جدوجہد آزادی کی خاطر بے لوث خدمت کرنے اور دینی و قومی افکار کی اشاعت میں گزرا، وہ صحیح معنوں میں ضیغمِ احرار تھے۔ انھوں نے تقریر و تحریر کے ذریعے وقت کے حاکموں کو للکارا۔ حق گوئی و بے باکی کی ایسی مثال قائم کی کہ جس سے ان کی سوچ اور نظریے کو ایک نئی شان اور حوصلہ ملا اور قید و بند کی صعوبتوں کی کبھی پروا نہ کی۔ ان کے خطبات، مضامین اور مجلس احرار اسلام کے اہم اجلاسوں میں پیش کی جانے والی قراردادیں ان کی سیاسی بصیرت اور مربوط سوچ کی غماز ہیں۔ مجلس احرار کے بانی اور بنیادی کارکن کے ناتے انھوں نے تاریخ حریت کے ان قافلہ سالاروں میں اپنا نام لکھوایا جنھوں نے برطانوی سامراجی اقتدار و تسلط کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے اور امت مسلمہ کو آزاد ہندوستان میں خودداری اور سربلندی کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز و کامران دیکھنے کے لیے ایک عوامی اسلامی جماعت کی بنیاد ڈالی۔ وہ چراغ جو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے جلایا تھا۔ اس کی لَو کو تیز اور روشن کرنے میں شیخ حسام الدین کا بڑا ہاتھ ہے۔ انھوں نے احرار کے علم کو زندگی کی آخری سانس تک بلند رکھا۔

شیخ حسام الدین نے جو راہ اپنائی وہ بڑی کٹھن تھی۔ اس میں مقامات آہ و فغاں بھی تھے اور سرفروشانہ جدوجہد کا انوکھا ذائقہ بھی، شیخ صاحب سیاست کے روزِ اوّل ہی سے غلامانہ ذہنیت کے خلاف ایک احتجاج تھے۔ انھوں نے جب

عملی سیاست میں قدم رکھا تو لوگ ان کی تحریر و تقریر کے گن اور محاسن کو دل سے تسلیم کرنے لگے۔

رولٹ ایکٹ کے خلاف تحریک کی کامیابی کے لیے جو والنٹیر کور بنائی گئی، شیخ صاحب امرتسر کی کور کے انچارج تھے۔ چوک رام گڑھ میں رولٹ ایکٹ کے خلاف احتجاجی جلسہ ہوا۔ جس میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا بہاء الحق قاسمیؒ، ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال اور شیخ حسام الدین نے شرکت کی۔ شیخ صاحب کی غالباً کسی سیاسی جلسہ میں یہ پہلی تقریر تھی جس پر انھیں خوب داد ملی۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال گرفتار ہو گئے۔ تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے حکمتِ عملی تبدیل کی گئی۔ شیخ حسام الدین نے طلباء اور دوسرے نوجوانوں کو منظّم کیا اور لوگوں پر واضح کیا کہ غیر منظّم انداز سے تحریک کو چلایا گیا تو اس کے منفی اثرات سامنے آئیں گے۔ لہٰذا سیاسی جماعتوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی گئی اور ۱۰؍اپریل ۱۹۱۹ء کو گول باغ امرتسر میں احتجاجی جلسہ منعقد کیا گیا۔ اس جلسے نے بعد میں جلوس کی شکل اختیار کر لی۔ جس نے ڈپٹی کمشنر کے بنگلے کے باہر احتجاج کیا، پھر ''پل پوڑیاں'' کی طرف رخ کیا۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ انگریز فوجی گھوڑ سواروں نے جلوس کو منتشر کرنے کے لیے ان پر لاٹھی چارج کیا۔ لیکن جلوس اس لاٹھی چارج کی پروانہ کرتے ہوئے آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس پر انگریز فوجیوں نے گولی چلا دی۔ جس سے ایک شخص ''بسّا ارائیں'' شہید اور کئی زخمی ہو گئے۔ جوابی حملے کے طور پر ایک نوجوان ''شرف الدین عرف شفو'' نے کمال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دو انگریزوں کی گردنیں دبوچ لیں۔ یہ دیکھ کر انگریزوں نے شرف الدین پر گولی چلا دی۔ وہ دو انگریزوں کی جان لے کر شہید ہو گیا۔

واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ جاننا مشکل نہیں کہ نوجوان قیادت نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے تاریخ میں اپنا نام لکھوایا۔ یہ جذبہ اسی ولولہ انگیز قیادت کا ثمر تھا کہ انگریز کے ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی۔ ان واقعات کے ردّ عمل کے طور پر برطانوی استعمار کے نمائندے بوکھلا گئے اور انسانیت سوز مظالم پر اتر آئے اور جلیانوالہ باغ کا تاریخی حادثہ رونما ہوا۔ بس جب انگریز کی باغی تنظیموں پر پابندی لگی اور لیڈروں کو گرفتار کیا جانے لگا تو شیخ حسام الدین بھی دھر لیے گئے۔

شیخ صاحب کو گرفتار کر کے ضلع کچہری سپرنٹنڈنٹ پولیس کے دفتر پہنچا دیا گیا۔ جہاں لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اس گرفتاری کے عمل اور برطانوی استعمار سے بیزاری کا اظہار نعروں کی صورت میں کیا۔ شیخ حسام الدین کے والد بھی بیٹے سے ملنے آئے اور نصیحت کی:

> اب کہ تم قوم وملک کے نام پر گرفتار کیے جا چکے ہو۔ تمہارا معاملہ ذاتی نہیں رہا۔ نیز تمہارے ہر عمل کا اثر قوم پر پڑے گا، اس لیے حوصلہ نہ ہارنا اور شیخ سعدیؒ کے اس قول کو کبھی نہ بھولنا کہ
>
> بر سرِ اولادِ آدم ہر چہ آید بگذرد

شیخ حسام الدین کو ۶؍جنوری کو رائے لالہ امرناتھ کی عدالت سے کریمنل لاء ایمنڈمنٹ کے تحت ڈیڑھ سال قید بامشقت اور دو سو روپے جرمانہ یا چھ ماہ قید مزید کا حکم سنایا گیا۔

سیاسی قیدی عموماً میانوالی جیل بھیجے جاتے تھے۔ اس لیے شیخ صاحب کی بھی خواہش تھی کہ وہ اسی جیل میں اپنی

قید کاٹیں مگر میانوالی جیل میں قیدیوں کی تعداد پوری ہوچکی تھی۔اس لیے انھیں ڈسٹرکٹ جیل انبالہ بھیج دیا گیا۔انبالہ جیل میں ہی شیخ حسام الدین صاحب کی ملاقات چودھری افضل حق سے ہوئی۔ یہاں پر چودھری افضل حق کے علاوہ جھجر کے خیر محمد خان، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا خواجہ محبوب پانی پتی بھی قید تھے۔

شیخ حسام الدین نے اپنی اسیری کا زمانہ انبالہ کے علاوہ لاہور اور دھرمسالہ میں گزارا۔ان جیلوں میں سیاسی قیدیوں کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ان جیلوں کے حوالے سے شیخ صاحب نے جو حقائق لوگوں کو بتائے وہ کسی ''زنداں نامہ'' سے کم نہیں۔وہ خود رقم طراز ہیں:

> ''مجھے اپنی قید کے چار پانچ ماہ میں اس فرسودہ نظام کی جملہ سختیوں اور سزاؤں کا کافی حد تک تجربہ ہوا۔قید تنہائی، ڈنڈا بیڑی، کھڑی ہتھکڑی، بان بٹنا اور چکی پیسنا وغیرہ سے لے کر ٹاٹ و دری اور تعزیری خوراک بھی (PENAL DIET) تک جتنی بہیمانہ سزائیں جیل مینویل میں مرقوم تھیں۔سب کی سب سیاسی قیدیوں پر آزمائی گئیں۔محض اس جرم پر کہ جیل کی وہ خوراک جسے جانور تک منھ لگانے کو تیار نہ تھے ہم لوگ اسے کیوں نہیں کھاتے؟''

شیخ حسام الدینؒ ایک حساس اور دردمند ذہن رکھنے والے انسان تھے۔انھوں نے اپنی اسیری کی تکلیفیں اس لیے بیان نہیں کیں کہ وہ اس حوالے سے لوگوں سے ہمدردی حاصل کرنا چاہتے تھے بلکہ ان جیلوں کی حالت عوام کے سامنے لاکر ثابت کرنا چاہتے تھے کہ انگریز ایک طرف تو خود کو مہذب معاشرہ کا اعلیٰ نمونہ گردانتا تھا۔دوسری طرف وہ انسانوں پر ظلم کرتے ہوئے غیر انسانی سطح سے بھی گر جاتا تھا۔

شیخ حسام الدین دھرمسالہ جیل سے جب رہا ہوئے تو ملک کی فضا ہندو مسلم فسادات کی وجہ سے مکدر ہوچکی تھی۔دوسرے انگریزوں کے اشارے پر قادیانیوں کے نمائندہ سر ظفر اللہ خان نے فلسطین کی تقسیم کی تائید کردی۔جوابی طور پر دہلی میں فلسطین کانفرنس منعقد کی گئی۔جن میں فلسطین کی تقسیم کے مجوزہ منصوبے کو رڈ کر دیا گیا اور ایسے عناصر کے خلاف شدید احتجاج کیا گیا جو فلسطین کے مسلمانوں کے بنیادی حق کو تسلیم کرنے کے مخالف تھے۔

شیخ حسام الدین نے لدھیانہ میں اس موضوع پر زوردار تقریر کی۔انگریز اور قادیانیوں کی درگت بنائی۔جس پر ان کے خلاف مقدمہ بنا اور ایک سال کی سزا ہوئی۔شیخ صاحب نے یہ سزا لدھیانہ جیل میں ہی کاٹی۔

۱۹۲۵ء میں شیخ صاحب دفعہ ۱۰۷ کے تحت گرفتار کر لیے گئے۔وجہ یہ تھی کہ ان دنوں وائسرائے ہند نے امرتسر کے دورے کا پروگرام بنایا۔امرتسر کی انجمن اسلامیہ نے وائسرائے بہادر کے پرجوش استقبال کا فیصلہ کیا۔جس پر شیخ حسام الدین نے رائے عامہ کو بیدار کرنا شروع کیا کہ ان حالات میں جب کہ حکومت عوام دشمن کارروائیوں میں مصروف ہے۔ایک سرکاری نمائندے کا والہانہ استقبال کیا معنی رکھتا ہے چنانچہ شہر میں شدید اضطراب پھیل گیا تو سرکاری پٹھو خان صاحب میاں بڈھے شاہ آنریری مجسٹریٹ نے ان کے خلاف رپورٹ کردی۔جس پر شیخ صاحب گرفتار ہوگئے۔شیخ صاحب کی

گرفتاری کی وجہ سے شہر کے حالات مزید گھمبیر ہو گئے۔ وائسرائے کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ لہٰذا وائسرائے کی جان کے تحفظ اور شہر کی امن وامان کی صورت حال کو قابو میں رکھنے کے لیے تقریب منسوخ کر دی گئی۔

برصغیر کی تاریخ میں ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۰ء تک کا دور بڑا اہم ہے۔ ان پانچ سالوں میں حالات نے کئی کروٹیں بدلیں، کئی تحریکوں نے جنم لیا، کئی نئے سیاسی محاذ اور پلیٹ فارم سامنے آئے۔ راج پال ایجی ٹیشن، سائمن کمیشن کا بائیکاٹ، سر محمد شفیع کا علیحدہ مسلم لیگ قائم کرنا، نہرو رپورٹ، لکھنؤ آل پارٹیز کانفرنس اور ۱۹۲۹ء میں مجلس احرار اسلام کی تشکیل اور ۱۹۳۰ء میں ان حریت پسندوں کی لاہور میں عظیم کانفرنس۔

تاریخ میں دلچسپی رکھنے والے جانتے ہیں کہ جب مجلس احرار اسلام وجود میں آئی تو وہ حالات اس جماعت کے لیے موافق نہ تھے۔ رجعت پسند عناصر نے جماعت کو ختم کرنے، اسے پھلنے پھولنے سے روکنے کے لیے مختلف منصوبے بنائے لیکن تاریخ کے فیصلے بالکل مختلف اور سبق آموز ہوتے ہیں۔ مجلس احرار اسلام کی تشکیل، مسلمانوں خصوصاً برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک نئے باب کا آغاز ثابت ہوئی۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ شیخ حسام الدین طبعاً مجلس احرار اسلام کے قیام سے پہلے بھی احرار کے رکن تھے۔ یہ پختہ نظریاتی وابستگی تھی جس کی بدولت انھیں ہر مقام پر عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔

مجلس احرار کے بانی کارکنوں نے اس وقت کے حالات وواقعات کے مطابق بروقت اور اہم فیصلے کیے۔ اس طرح یہ مسلمانوں کی ایک علیحدہ فعال تنظیم بن گئی۔ امیر شریعت اور ان کے ساتھیوں نے آزادیٔ وطن کی ہر تحریک کے حوالے سے اپنے ردِّعمل کا اظہار کیا اور فرنگی سامراج کے خلاف ہر اٹھنے والی تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا۔

۱۹۲۹ء میں جماعت قائم ہوئی تو اس کے ساتھ ۱۹۳۰ء تحریک نمکین ستیہ گرہ شروع ہوئی۔ جس میں دوسری جماعتوں کے علاوہ مجلس احرار کے تقریباً سبھی لیڈر گرفتار کر لیے گئے۔ گرفتار ہونے والوں میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا داؤد غزنویؒ، غازی عبدالرحمٰن ایڈووکیٹ، مولانا ظفر علی خانؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ اور شیخ حسام الدین شامل تھے۔ مولانا ظفر علی خان کو اڑھائی سال، امیر شریعت اور مولانا حبیب الرحمٰن کو دو دو سال، شیخ حسام الدین اور غازی عبدالرحمٰن کو ڈیڑھ ڈیڑھ سال جب کہ مولانا داؤد غزنوی اور ماسٹر تاج الدین انصاری کو ایک ایک سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ شیخ حسام الدین کو گجرات سپیشل جیل بھیج دیا گیا۔ قید وبند کے زمانے میں انھوں نے ایک انگریزی کتاب "The Other Side Of The Medal" کا ترجمہ بہ عنوان ''جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کا دوسرا رخ'' کیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جیل میں بھی فارغ نہ رہتے تھے۔ انھوں نے تقریر پر پابندی کی صورت میں تحریر کا دَر وا کر لیا۔

اس سلسلے میں کانگریس، قادیانیوں اور انگریزوں کے بے پناہ دباؤ کے باوجود اور پریس کے جھوٹے پراپیگنڈے کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے ۱۹۳۱ء میں کشمیری عوام پر ڈوگرہ راج کے مظالم کے خلاف احتجاج

کیا گیا۔ ریاست کشمیر میں مسلمان اکثریت کا حق خودارادیت کا نعرہ ''کشمیر تحریک'' کی صورت اختیار کر گیا۔ کشمیری عوام پر ڈوگرہ حکومت کے مظالم بند کرانے کے سلسلے میں احرار وفد سری نگر پہنچا اور مذاکرات ہوئے لیکن ڈوگرہ حکومت دوہری پالیسی پر کاربند رہی۔ ابھی احرار وفد سری نگر میں ہی تھا کہ ریاستی حکومت نے ''سیاسی محکمے'' کے اشارے پر کشمیر کمیٹی کے وفد کو بھی وہاں آنے کی اجازت دے دی۔ یہ وفد مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کی قیادت میں انگریز کے اشارے پر وہاں آیا تھا تاکہ کشمیری لیڈروں میں پھوٹ ڈال کر انھیں آزادی کے مطالبے سے باز رکھا جائے۔ چنانچہ ڈوگرہ حکومت اور مجلس احرار کے درمیان مذاکرات کامیاب نہ ہو پائے۔ احرار کا وفد سری نگر سے واپس سیالکوٹ پہنچ گیا اور پورے پنجاب میں سول نافرمانی کی تیاری کا اعلان کر دیا۔ اس تحریک میں شیخ حسام الدین نے سیالکوٹ میں رہتے ہوئے رضا کاروں کی قیادت کی۔ انھوں نے مدبرانہ انداز میں لوگوں میں حوصلہ اور جذبہ پیدا کیا اور پانچ روز کے اندر تقریباً دس ہزار رضا کاروں کو جیلیں بھرنے پر آمادہ کیا۔ جس سے انتظامیہ کو خاصا مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس تحریک میں وہ خود بھی گرفتار ہوئے اور انھیں ایک سال کے لیے جیل بھیج دیا گیا۔

شیخ حسام الدین دنیا میں ہونے والے واقعات سے کسی طور بھی بے خبر نہ رہے بلکہ ان کی سیاسی زندگی اس سے عبارت ہے کہ احرار کے سرگرم کارکن اور ایک ذمے دار لیڈر ہونے کے ناتے' انھوں نے ہر تحریک میں حصہ لیا اور اس کی پاداش میں انھیں قید و بند کی صعوبتیں سہنا پڑیں۔ اس سلسلے میں ۱۹۳۵ء میں کل ہند مجلس احرار کی طرف سے یومِ فلسطین منانے پر شیخ صاحب کو ایک سال قید ہوئی۔ دوسری جنگ عظیم ۱۹۳۹ء میں برطانوی حکومت کی طرف سے ہندوستانیوں کو ان کی مرضی کے خلاف جنگ میں جھونک دیا گیا۔ اس پر مجلس احرار نے اس اعلان کی مخالفت کی۔ شیخ حسام الدین جو اس وقت مجلس احرار کے دوسرے صدر منتخب کیے گئے تھے' برصغیر کے مختلف حصوں کا دورہ کیا۔ سات اضلاع میں ان کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے۔ وہ لائل پور (فیصل آباد) کے دورے سے واپس آ رہے تھے کہ گرفتار کر لیے گئے۔

پاکستان بن گیا تو بھی ملک میں ہر فتنے کی سرکوبی کے لیے مجلس احرار شانہ بہ شانہ آگے بڑھتی رہی۔ چاہے وہ ۱۹۴۸ء میں پاکستان کے دفاع کی تحریک ہو یا ۱۹۶۵ء کی۔ شیخ صاحب نے ہر دو جنگوں میں ملک بھر میں دفاع کانفرنسیں کیں اور ملکی سلامتی اور دفاع کے لیے کارکنوں میں جذبہ حب الوطنی بیدار کیا۔ ان کی ان صلاحیتوں کو دیکھ کر اور قوم کے دلوں میں جذبۂ حب الوطنی کو مزید جاگزین کرنے کے لیے انھیں ریڈیو پاکستان پر قوم سے خطاب کرنے کی دعوت دی گئی۔ ملک وقوم سے محبت کرنے والے اسلام کے شیدائی، آزادئ وطن کے سپاہی، قلم کے سپہ سالار، قول کے کھرے، اپنے مال، جائیداد اور جان بھی قوم پر وار گئے۔ شیخ صاحب نے جب سیاست میں قدم رکھا تو کروڑوں کی جائیداد کے مالک تھے۔ ۲۱/جون ۱۹۶۷ء کو جنازہ اٹھا تو ہزاروں سر پر تھے۔ انھوں نے ملیں، کوٹھیاں، ہوٹل، کلب، محل اور جائیدادیں نہیں بنائیں بلکہ جو تھا اسے بھی قوم پر لٹا کر عیش و عشرت کی زندگی چھوڑ کر کانٹوں کی راہ چن لی اور قوم کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھ کر سب کچھ قوم کو ہی لٹا دیا۔